یہی گم گشتگی آخرکار کہاں جا پہنچاتی ہے :-

سرحدِ عقل سے پرے ، رفعتِ عرش سے بلند   جانے کہاں نکل گیا میں تجھے ڈھونڈتا ہوا

آثر صہبائی نے اپنے ذہنی سفر کی روداد "نورِ حق" نامی مخمس میں اپنی زبان سے خود کہہ سنائی ہے۔ پہلی منزل وہ تھی جبکہ شاعر نے وقت کے پردۂ تاریک پر یہ مصرعہ لکھا کہ "گلشنِ زیست کی ہے شاہدو مینا سے بہار" لیکن یہ نقش دیکھتے ہی دیکھتے مٹ گئے۔ دوسری منزل میں پہنچ کر وہ ایک اور نقش ڈالتا ہے "مقصدِ زیست ہے تکمیلِ ہنر عظمت و نام" لیکن یہ الفاظ بھی وقت کے پردۂ تاریک میں روپوش ہو گئے۔ تیسری منزل میں پہنچ کر وہ ایک اور حقیقت کا نقش مرتسم کرتا ہے، وہ یہ کہ "حق ہی وہ نور ہے جو تا بہ ابد ہے روشن"۔ نتیجہ یہ کہ ظلمتِ وقت کا نپنے کانپتے کافور ہو جاتی ہے۔ نفس پرستی، فن پرستی اور شہرت پرستی ـ پست مقامات کو چھوڑ کر آخرکار حق پرستی کے بامِ رفعت پر آمودار ہونے والا آثر صہبائی اب جس مسلک اور مشن کا علمبردار ہے وہ ہے باطل کے خلاف نبرد آزمائی! اس کی گواہی نہ صرف "پس منظر" نام کے دیباچے سے، بلکہ "کشمکش حق و باطل" (ص۱۵۱)، "باطل اور حق" (ص۱۷۰)، "دخترِ اہرمن اور شاعر" (ص۱۶۷) جیسی مقصدی نظموں سے واضح طور پر ملتی ہے۔

اس سلسلے میں آثر صہبائی کے آئیڈیل انسان کا نقشہ ہمیں "مردِ حق" (ص۹۷) کے عنوان سے ملتا ہے۔ دراصل مردِ حق اور مردِ مومن اور مردِ قلندر کے ناموں سے اقبالؒ نے اپنے تصوراتی انسان کو پیش کیا ہے۔ آثر صہبائی نے یہ اصطلاحی نام غالباً وہیں سے لیا ہے۔ اس کے علاوہ "حقیقتِ دل" (ص۱۱۹) میں بھی آثر کا معیاری انسان جلوہ گر نظر آتا ہے۔

آثر صہبائی کا مقصودِ نظریہ ہے کہ "دنیا میں حکمِ یزداں ہو جاری"۔ اسی مقصود کے لیے وہ کشمکشِ خیر و شر کے میدان میں اترتا ہے اور اس کشمکش کی گذشتہ تاریخ پر مختلف عنوانات کے تحت نظر ڈالتا ہوا اپنے لیے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جہاں ایک طرف اثر کی شاعری عزم و ہمت کا درس دیتی ہے، وہاں دوسری طرف کشمکشِ حق و باطل کے سلسلے میں وہ غیر شعوری طور پر ایک مایوسانہ نقطۂ نظر تک جا پہنچتا ہے۔ غالباً یہ مایوسی اس کے دورِ اوّل کا چھوڑا ہوا ترکہ ہے۔ چنانچہ وہ ایک تھکے ہوئے انداز میں کہتا ہے کہ "عجیب کشمکشِ خیر و شر رہی تا زیست"۔ اور انجام کیا ہوا؟ ع "عدم کی گود میں تھک تھک کے سو گیا آخر"۔ غالباً آثر صہبائی کو "اجتماعی ماحول"

کی طاقت کا اندازہ نہیں کہ جس کو توڑنے کے لیے لمبی منظم جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ "حکمِ یزداں" (ص ۲۶) کے عنوان سے وہ ایک بار پھر گویا یہ کہتا سنائی دیتا ہے کہ "کچھ نہیں ہو سکتا"، کیونکہ ہزار جدوجہد کے باوجود —

انساں کی لیکن فطرت وہی ہے   باطل کی شب کی ظلمت وہی ہے

نیکی کی تقدیر ہے طوق و زنداں   رنگین و دلکش ہے بزمِ عصیاں

اب اس کے جذبے حسرت کا رنگ اختیار کرتے ہیں اور آخر ٹھنڈی آہ بھر کر کہتا ہے کہ "اے کاش باطل کا سحر ٹوٹے"۔ اسی مقام پر آکر وہ جب یہ کہتا ہے کہ "آئے کاش آئے کوئی مسیحا" تو گویا عام مسلمانوں کی طرح ہتھیار ڈال کر کسی مردے از غیب کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس مردے از غیب کا تصور بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا مسلمانوں میں دورِ زوال سے چلا آرہا ہے کہ وہ نظر کی کرامت سے بازی مار لے گا حالانکہ ایسا مردِ خدا جب بھی اٹھے گا تو اسے بیگانوں کی دشمنیوں اور اپنوں کی گالیوں اور سازشوں کے درمیان خیال اور عمل کے ہر میدان میں معرکے لڑنے ہوں گے اور وہ اُن آزمائشوں سے زیادہ صبر آزما ہوں گے جن کا محدود سا تجربہ اثر صہبائی صاحب کو ہوا ہے۔

افسوس ہے کہ ہم بوجہِ قلتِ وقت نشان زد کیے ہوئے اشعار یہاں پیش نہیں کر سکے لیکن حرفِ آخر کے طور پر اتنا ضرور کہیں گے کہ اثر کی شاعری میں ایک مسلم دل دھڑک رہا ہے۔

اس مجموعے میں نظموں کے علاوہ غزلیں، رباعیاں اور قطعات بھی شامل ہیں۔ طباعتی معیار اچھا ہے مگر کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ جلد سنہری ڈائی کے ساتھ ہے۔ فروخت کے لیے پبلشرز یونائیٹڈ، لاہور کو سول ایجنٹ مقرر کیا گیا ہے۔

(بقیہ اشارات)

دفتروں اور درباروں میں ہو گی ساری موجودہ حال میں نظم و نسق کا تباہ ہو جانا بالکل یقینی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس وقت ہمارے ملک کو بہت سے مسائل درپیش ہیں جن کی طرف توجہ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ لوگوں کی اخلاقی و دینی حالت درست کرنی ہے۔ معاشی بدحالی کا علاج کرنا ہے۔ عام جہالت کو دور کرنا ہے۔ نظام تعلیم کی اصلاح کرنی ہے۔ اور ایسے ہی بہت سے مسائل ہیں لیکن ان سب سے مقدم یہ ہے کہ ہم اپنے نظام زندگی کی بنیادوں پر اتفاق کریں، اور یہ اتفاق صحیح بنیادوں پر ہو۔ کیونکہ جب تک یہ نہ ہو گا، ہم اپنے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے نہ تو کوئی لائحہ عمل بنا سکیں گے، اور نہ یہی ممکن ہو گا کہ کسی لائحہ عمل کو کامیاب بنانے کے لیے ہماری قومی زندگی کے تمام عناصر اور وسائل مجتمع ہو کر کام کر سکیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ آئین مملکت کی جن تفصیلات پر اس وقت ساری توجہات صرف کی جا رہی ہیں ان کی بھی کوئی صورت مفید نتیجہ نہ پیدا کر سکے گی جب تک کہ وہ امور صحیح طریقے سے طے نہ ہو جائیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس ملک کے لیے حقیقی اہمیت ان تفصیلات کی نہیں ہے کہ مغربی پاکستان کا ایک یونٹ ہو یا کئی یونٹ ہوں، اور ملک کے دونوں حصوں کو خود مختاری دے کر مرکز کو کمزور کیا جائے یا طاقتور مرکز رکھ کر دونوں کو اس کا تابع رکھا جائے۔ بلکہ حقیقی اہمیت اس چیز کی ہے کہ ہم ایک صحیح اسلامی و جمہوری نظام قائم کریں جو سب کو متحد اور مطمئن رکھ سکے۔ یہ چیز اگر قائم ہو جائے تو ان تفصیلات کی جو شکل بھی اختیار کی جائے گی، انشاء اللہ کامیاب ہو گی، ورنہ ہر شکل آخرکار نئی خرابیوں کی موجب ہو گی۔